یکے از خطاباتِ جناب قاری حنیف ڈار صاحب حفظ اللہ --- حرمت جان

==

! انسانی جان کی حرمت و توقیر

اللہ پاک نے قرآنِ حکیم میں جہاں بھی بڑے گناھوں کا ذکر فرمایا ھے وھاں شرک کے فوراً بعد قتلِ نفس کو ضرور ذکر کیا ھے،، جہاں میں شرک سے منع کیا ھے وھیں ناحق انسانی جان لینے کو بھی حرام قرار دیا ھے ! ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ھے، اور ایک جان بچانے کو ساری انسانیت کو بچا لینے کے مترادف قرار دیا ھے ! اللہ پاک نے مسلمانوں کی ایک لشکری مہم میں ایک شخص کے کلمہ پڑھ لینے کے باوجود قتل کر دینے پر سورہ النساء میں جو رکوع نازل فرمایا ھے وہ دل دہلا دینے والا ھے، بات کو کچھ یوں اٹھایا ھے کہ مومن تو مومن کو قتل کر ھی نہیں سکتا سوائے اس کے کہ کوئی خطا سے مارا جائے،، یا مومن کو تو لائق ھی نہیں کہ وہ مومن کو مار دے سوائے اس کے کہ وہ خطا سے مر جائے ! پھر قتلِ عمد کا ذکر کیا ھے تو فرمایا ،،جو شخص مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ھے تو اس کا بدلہ جہنم ھے جس میں وہ ھمیشہ پڑا رھے گا اور اللہ کا غضب ھوا اس پر اور اللہ نے لعنت کر دی اس پر اور اس کے لئے عظیم عذاب تیار کر رکھا ھے ! اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں نکلو تو خوب چھان پھٹک کر لیا کرو اور جو (کہے کہ وہ مسلمان ھے تو تم اسے مت کہو کہ تم مسلم نہیں ھو !(النساء92،93،94

صلح حدیبیہ جب ھوئی جو کہ بظاھر دب کر کافروں کی شرائط پر کی گئ تھی،بعض مومنوں کے جذباتی رد عمل پر اللہ پاک نے فرمایا کہ" اگر کچھ ایسے مسلمان مکے والوں میں گڈ مڈ نہ ھوتے جن کو تم نہیں جانتے،، اور ناواقفی میں انہیں بھی قتل کر کے نقصان سے دو چار ھو جاتے تو ،، تمہیں فتح بھی دے دی جاتی،،(الفتح 25)گویا وہ گمنام سے مسلمان اللہ کے نزدیک اتنے اھم تھے کہ ان کی خاطر اپنے رسول کے ھاتھوں "محمد رسول اللہ" کٹوا کر محمد بن عبداللہ لکھوا دیا ! مگر انسانی جانوں پر کمپرومائز نہیں کیا

احادیث کی طرف آئیں تو امام ذھبی اپنی کتاب الکبائر میں شرک کے بعد دوسرا کبیرہ قتل نفس کو ھی لے کر آئے ھیں،، جس میں قرآنی آیات کے بعد متعدد احادیث میں اس شنیع فعل کی مذمت بیان کی ھے،، فرماتے ھیں،، نبی پاکﷺ کا فرمان ھے اللہ کی رحمت انسان کو ھر حال میں پا لیتی ھے،جب تک کہ وہ کسی کی ناحق جان نہ لے،، نیز کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ کے نزدیک ساری دنیا کو تباہ کرنے سے بڑا جرم ھے،،روایت کیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کے فیصلے پہلے کیئے جائیں گے، نیز بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت کے حوالے سے لکھا کہ،جس کسی نے غیر مسلم ذمی کو ناحق قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اگرچہ جنت کی خوشبو کی لپٹیں 40 سال(40 light year کے فاصلے) تک جاتی ھیں !! تبصرے میں امام ذھبی فرماتے ھیں کہ اگر ذمی یہودی اور عیسائی کے ناحق قتل کی سزا یہ ھے تو مسلمان کے قتل کی سزا کیا ھو گی ؟؟

امام احمد روایت کرتے ہیں کہ جس نے کسی مسلم کے قتل میں ایک کلمے یا جملے کی مدد بھی کی(یعنی اس کے حق میں بات کی) وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا " آئیس من رحمة اللہ " یہ بندہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے،محروم ہے ،،

امیر معاویہؓ سے روایت ہے کہ اللہ پاک ہر گناہ کو معاف فرما دیں گے سوائے شرک اور قتلِ ناحق کے !!

الغرض ان تمام وعیدوں کو پڑھ کر ایک سلیم الفطرت مسلمان تو کانپ کانپ جاتا ہے،مگر ہر زمانے میں کچھ مسخ الفطرت لوگ بھی رہے ہیں جنہوں نے قتلِ انسانی کو مشغلہ بنا لیا ،، اور بہانے بہانے سے خون کی ندیاں بہاتے رہے، اور یہ سب کچھ اسی اللہ کے نام پر کیا جاتا رہا جس نے اس فعل پر سخت غصے کا اظہار فرمایا !!

جہاد فی سبیل اللہ کے نام پر فساد فی سبیل اللہ !!

یہ وہ وائرس ہے جو اس امت کی ساڑھے چودہ سو سال کی تاریخ میں بار بار کہیں نہ کہیں ابھرتا رہا،، اپنا سائیکل مکمل کر کے پھر دب جاتا،امت کے مزاج کبھی اس کی پذیرائی نہیں کی،، یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی گرفت کرنے سے عاجز آ گیا ہے لہذا انہیں انسانوں کی صفائی کا ٹھیکہ دیا گیا ہے کہ وہ معاشرے کو برے لوگوں سے صاف کر دیں،،

جب نبی کریمﷺ مکے میں تھے اور مسلمان روزانہ ستائے جا رہے تھے ،انہیں جان بوجھ کر نبیﷺ کے آنے جانے والے رستوں میں لٹا کر اذیت دی جاتی تا کہ نبیﷺ اپنی دعوت سے باز آ جائیں،مگر نبی پاک ﷺنے ان لوگں کو تو صبر کی تلقین فرمائی،،مگر کبھی یہ نہ سوچا کہ جفاکش غلاموں کا گینگ بنا کر قریشی سرداروں میں سے چند کو مروا دیا جائے تا کہ باقی کو عبرت ہو جائے،، اور وہ مسلمانوں کو ستانا چھوڑ دیں،، اس قسم کی زیرِ زمین سرگرمیاں نہ اسلام کا مزاج ہیں اور نہ ہے کسی حقیقی اسلامی جماعت کے اس طرح انڈر گراؤنڈ قاتل گروپ ہوتے ہیں !! حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے جب ایک کافر کے تھپڑ کے جواب میں تھپڑ مارا تو آپﷺنے ان کو شاباش دینے کی بجائے الٹا ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ اگر صبر نہیں کر سکتے تو یہاں سے چلے جاؤ،جب اللہ مجھے غلبہ عطا فرما دے گا تو واپس آ جانا،،!

بیعتِ عقبہ ثانیہ میں جب 70 مدنی انصار نے آپﷺ کی بیعت کی اور آپﷺ کو مدینے کی ھجرت کی دعوت دی تو ان میں سے عباس ابن عبادةؓ نے جو کہ سعد ابن عبادةؓ کے بھائی تھے فرمایا 'والذی بعثک بالحقِ نبیاً لئن شئت لنمیلنَّ غداً علی اھل منی بأسیافنا" اس ذات کی قسم جس نے اپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اگر آپﷺ اجازت دیں تو کل ہم اھل منی پر اپنی تلواروں سے ٹوٹ پڑیں؟ ،، آپﷺنے نہایت وقار کے ساتھ جواب دیا،،لم نؤمر بذالک،،، ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا،،یاد رہے ان 70 کو ملا کر مومنوں کی تعداد 313 سے زیادہ بنتی تھی،، اگر حضور ﷺ اجازت مرحمت فرما دیتے تو بدر منی میں ہی واقع ہو جاتا ،، مگر اسلام گینگ وار کا داغ اپنے ماتھے پہ نہیں لگانا چاھتا تھا،، جب ایک اسلامی ریاست قائم ہو گئ تو جہاد کا حکم دیا گیا،، اور وہ لفظ اذن کے ساتھ،،گویا جہاد اللہ کے اذن کے

ساتھ مشروط ہے،، کسی گینگ کی تعداد اور وسائل کے ساتھ نہیں اور اس اذن کی پہلی شرط اسلامی ریاست کا قیام ہے،،جس میں رسولوں کو بھی استثناء نہیں دیا گیا!

جب بھی اندھا دھند خود کش دھماکوں کی مذمت میں کچھ لکھا جاتا ہے تو فوراً یہ سوال آتا ہے کہ جناب اگر آپ کے خاندان کو کسی ڈرون حملے میں مار دیا جائے تو آپ کیا کریں گے ؟ میں عرض کرتا ہوں کہ پہلی تو بات یہ ہے کہ میرے گھر پر یا علاقے پر ڈرون ہو گا کیوں ؟ مجھے اپنی اداؤں پر بھی تو غور کرنا ہو گا،،کیا کسی کا دماغ خراب ہے کہ وہ لاکھوں ڈالر کے میزائل صرف نشانہ پکانے کے لیئے خرچ کر گا؟ جب ہم پوری دنیا کے قاتل گینگ اپنے علاقے میں اکٹھا کر لیں گے جو نہ نیک دیکھیں نہ بد ، نہ مرد دیکھیں نہ عورت، نہ بچہ دیکھیں نہ بوڑھا ،نہ مسجد دیکھیں نہ مدرسہ تو اسے قاتل گروہوں اور باؤلے کتوں کا تعاقب کرتے ہوئے اگر کوئی میرے علاقے پر حملہ کرتا ہے اور اس میں میرے بے گناہ بچے بھی مارے جاتے ہیں تو میرا غضب ان پر بھڑکے گا جو اس کا سبب بنے ہیں نہ کہ مارنے والوں پر،،

اللہ پاک نے سورہ البقرہ کی آیت 178 سے جس قانون سازی کی ابتدا لفظ "کُتِبَ " سے شروع فرمائی ہے ،کہ تم پر فرض کیا گیا ہے ،، اس میں سب سے پہلے انسانی جان ہی کو لیا ہے اور اس کا قصاص فرض کیا ہے،پھر وصیت پھر روزے پھر حج کو لیا ہے ! جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک انسانی جان کی بہت اہمیت ہے وہ نیک ہو یا بد ،، مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام کسی کی جان نہیں لی جا سکتی جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ اس نے کسی کی جان لی ہے یا اس نے اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد بپا کر کے خوف و ہراس کی فضا قائم کر دی ہے جس میں ہر چیز کی حرمت داؤ پر لگ گئ ہے!

اسلام میں احکامات کی مختلف قسمیں ہیں جن میں سے کچھ میں تو فرد مخاطب ہے اورجنہیں وہ انفرادی طور پر ادا کر سکتا ہے،اور کچھ احکامات میں نظم یا اجتماعیت مخاطب ہے،، چاہے وہ نظم کسی بھی اصول پر قائم کیا گیا ہو،،وہ کوئی سرداری قبائلی نظم ہو یا آمریت ہو یا خلافت ہو یا جمہوریت ہو،ان میں سے ایک قصاص بھی ہے،ہر فرد کو یہ اجازت نہیں کہ وہ خود آگے بڑھ کر اپنے مقتول کا بدلہ لے لے، پھر دوسرا اٹھے اور اپنے مقتول کے بدلے میں خود کسی بندے کا انتخاب کر کے قتل کر دے یا یہ سوچے کہ جناب ہمارا آدمی تو قاتل قبیلے کے دس آدمیوں کے برابرتھا لہٰذا ہم دس آدمی ماریں گے،، یا ہمارا تو سردار مارا گیا ہے، جب کہ قاتل عام آدمی ہے تو ہم قاتل کے خاندان کے10 آدمی ماریں گے،یا یہ کہ قاتل تو ایک عورت ہے، مقتول مرد ہے لہٰذا ہم بھی بدلے میں لازم مرد ماریں گے،،یا قاتل کوئی غلام ہے جبکہ مقتول آزاد ہے تو ہم بدلے میں آزاد ماریں گے،،

جب بھی افراد انفرادی طور پر بدلہ لینے نکلتے ہیں تو وہ کبھی بھی حدِ اعتدال میں نہیں رہتے اور نہ وہ انصاف کر پاتے ہیں،بلکہ غیظ و غضب انہیں ہمیشہ زیادتی پر اکساتا ہے،، وہ چاہتے ہیں کہ نہ صرف بدلہ اتر جائے بلکہ ہم کچھ ایسا کریں کہ دوسرے فریق پر ہماری دھاک بیٹھ جائے اور ہمارا ہاتھ اوپر رہے!

یوں ہوتا یہ ہے کہ جب وہ بدلہ لینے نکلتے ہیں تو یا تو اپنے مزید بندے مروا کر پلٹتے ہیں،، بدلہ ایک کا لینے گئے تھے،مگر وہاں مزاحمت ہو گئ اور مزید دس بندے مارے گئے،،یا فریق مخالف نے مزاحمت کی اور اصلی قاتل تو محفوظ رہا جبکہ دیگر دس آدمی مارے گئے،،یہ طریقہ قصاص پھر نسلوں تک چلتا رہتا ہے کہ قبیلے کے قبیلے اس اندھے انتقام کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں !

اجتماعیت اس بات کو ممکن بناتی ہے اور یہ ممکن بنانے کے لئے ادارے قائم کرتی ہے جو اصلی قاتل کو گرفتار کرے، اس پر مقدمہ چلائے اور اسے سزا دے،یوں قاتل کو مقتول کے قبیلے کو سونپ دینے میں اپنی ناک کٹ جانے کا احساس رکھنے والوں کو اسے حکومت کو سونپ دینے میں آسانی رہتی ہے !

اس طرح ایک جان کے بدلے میں عدل و انصاف کے ساتھ ایک ہی جان سے قصاص لیا جاتا ہے، جو قاتل ثابت ہو،، اس کے لئے غیر جانبدار عدالتوں کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے!

شریعت مجھے اس بات کی قطعی اجازت نہیں دیتی کہ میں خود آگے بڑھ کر اپنے بھائی کے قاتل کو قصاص کے نام پر قتل کر دوں ،بلکہ اگر میں اپنے بھائی کے بدلے میں قاتل کی جان لیتا ہوں تو قانون کی نظر میں قاتل جیسا ہی مجرم قرار پاتا ہوں اور وہی دفعہ میرے اوپر بھی لاگو ہوتی ہے ،

یہ صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ عملی طور پر بھی جب میرے دو بھائیوں کو29 مارچ 1995 میں قتل کیا گیا، جن کی عمریں 18 سال اور 22 سال تھیں ،، قاتل گرفتار ہوا جو کہ حوالات میں بند تھا،اس کے ساتھ اس کا والد اور بھائی بھی تھا،تینوں ایک ہی دس بائی دس فٹ کے کمرے میں بند اور میرے سامنے تھے،، میرے پاس پستول تھا جس کی میگزین میں 9 گولیاں تھیں،، ملزم سامنے بیٹھا تھا اور میں اکیلا تھا وہاں پولیس کا پہرہ بھی نہیں تھا میں اگر چاہتا تو اپنے بھائیوں کے بدلے میں قاتل اور اس کے بھائی کو قتل کر کے حساب برابر کر سکتا تھا،اوریہی ایس ایچ او کا مشورہ بھی تھا کہ عدالت سزا دے گی بھی تو ایک کو دے گی،جبکہ آپ یہاں دو کو ٹکا سکتے ہیں اور آپ پر دفعہ بھی304 کی لگے گی،، مگر الحمد للہ قاتل کے اشتعال دلانے کے باوجود اور قتل کر سکنے کے تمام تر اسباب پر دسترس رکھنے کے باوجود مجرد اللہ کے خوف کی بنیاد پر میں نے کوئی اقدام نہیں کیا اور ملزم کو عدالت کے ذریعے 11 سال بعد سزا دلوائی ! عدالت کو ملزم کے فعل پر شک ہو سکتا ہے مگر مجھے تو اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ قاتل کون ہے،،وہ شریعت جو مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ میں سامنے بیٹھے ایک یقینی قاتل کو قتل کروں ، وہ شریعت کسی گروہ کو اسلام کے نام پر قتلِ عام کا لائسنس کیسے دے سکتی ہے کہ وہ جہاں چاہے جس کو چاہے جتنے چاہے بندے مارے ؟؟ میں یہ بات اس یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اگر خدانخواستہ میرے بیوی بچوں سمیت میرا پورا خاندان کسی ڈرون کا شکار ہو جاتا تو بھی میرے الفاظ میں کوئی کمی بیشی نہ ہوتی ،اور میرا موقف یہی ہوتا کہ میرے مجرم وہ ہیں جن کی وجہ سے یہ سب ہوا !! اللہ پاک کا ارشاد ہے " اے ایمان والو تم پر مقتولین کے معاملے میں قصاص فرض کیا گیا ہے،، آزاد اگر قاتل ہے تو بدلے میں وہی آزاد اور اگر غلام قاتل ہے تو بدلے میں وہی غلام اور اگر کوئی عورت قاتلہ

ہے تو بدلے میں وہی عورت قتل کی جائے گی،اور قصاص میں ہی تمہاری زندگی کی ضمانت ہے اے عقلمندو، ،، اسکے درمیان ایک تخفیف کی صورت رکھی کہ اگر مقتول کے ورثاء چاہئیں تو وہ دیت لے سکتے ہیں،، لیکن عدالت یہ فیصلہ قبول کرنے سے پہلے بحیثیتِ مجموعی اس بات کا جائزہ لے گی کہ اس بندے کو چھوڑ دینا کہیں باقی اجتماعیت کے لئے زہرِ قاتل تو نہیں ؟ قتل کی مختلف قسمیں ہیں اور صلح کی بھی مختلف قسمیں ہیں ! ایک قتل وہ ہے جو برادری کی سطح پر کسی لڑائی جھگڑے میں ہوا ہے، اور برادری ہی کی سطح پر صلح ہوئی ہے،، ایک قتل وہ ہے جو ڈکیتی کے دوران ہوا ہے،، ان دو میں زمین آسمان کا فرق ہے،،تیسرا قتل وہ ہے جو کسی گینگ وار کے دوران ہوا ہے،،چوتھا قتل وہ ہے جو کسی وڈیرے نے اپنی دھاک بٹھانے کے لئے کیا ہے ،، اب اسی طرح صلح کی بھی قسمیں ہونگی،، برادری کی صلح کو عدالت مان بھی لیتی ہے،،مگر جب بات ڈکیتی اور وڈیرے کی دہشت کی آ جاتی ہے تو عدالت سمجھتی ہے کہ فریق مخالف پر دباؤ ڈال کر مجبور کیا گیا ہے اور عدالت اگر ملزم کو چھوڑ دیتی ہے تو گویا امیر کو یا وڈیرے کو اپنے اثر رسوخ کی بنیاد پر قتل کا لائسنس دےدیتی ہے،، اس صورت میں اجتماعیت کے وسیع تر مفاد میں وہ اس صلح کو مسترد کرنے اور قصاص کی فرضیت کے حکم پر عملدرآمد کی ذمہ دار ہے،، کیونکہ اللہ پاک نے یہ کہہ کر کہ تمہارے اجتماعی وجود کے لئے قصاص ہی زندگی کی ضمانت ہے ،اسی طرف توجہ دلائی ہے

سورۃ الشوری، آیت 41 (42:41)۔ وَلَمَنِ ٱنتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ - اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن کو ملامت نہیں کی جا سکتی

اس سے ہی انتقام لیا جائے گا ،،مگر یہ اسی طریقےسے ہو گا جو میں نے عرض کیا ہے ،، ان آیات کا پسِ منظر یہ ہے کہ لوگ معاف کر دینے والوں کی چار دن بڑی ہلے ہلے کرتے ہیں،،مگر اگلے ماہ وہی معاف کردہ قاتل ان کی گلی میں کھڑا ہو کر مونچھوں پر تاؤ دے رہا ہوتا ہے اس وقت نہ تو وہ مصلح کہیں نظر آتے ہیں جو اس وقت اس کے ماما اور ضامن بن کر آئے تھے کہ آئندہ وہ شریف بن کر رہے گا،، اور نہ ہی مظلوم معاف کرنے والے اب کچھ کر سکتے ہیں،،جبکہ قصاص پر زور دینے والے کو دنیا برا بھلا کہتی ہے،، وہ قاتل کو برا کہنے کی بجائے پھانسی پر لٹکوانے والے کو لعن طعن کرتے ہیں،، یہ آیات اس کا جواب ہیں کہ مومن کی صفات میں بدلا لینا بھی شامل ہے اور یہ اس کا حق ہے،،اگر تمہیں لعن طعن کرنی ہے تو جرم کرنے والے کو کرو نہ کہ بدلہ لینے والے کو،،وَلَمَنِ ٱنتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ انماالسبیل علی الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارضِ بغیر الحق :: ،ملامت تو ان کو ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں ناحق بغاوت پھیلاتے ہیں